منطق و فلسفہ

ایک علمی و تحقیقی جائزہ

(جناب محمد اطہر حسین قاسمی بستوی)

ان کے ذرائع بھی ان سے زیادہ وسیع تھے، ان کے یہاں وسائل کی کثرت تھی اور دنیوی شان وشوکت کی بھی کمی نہ تھی لیکن ان کی مساعی کی انتہا چند خرافات و اباطیل تھیں جو چند روز بھی زندہ نہ رہ سکیں، حاضرین میں سے ایک جن کا نام ابن العباس بخاری تھا اس نے ابو سلیمان منطقی سے پوچھا کہ حضرت اس کی کیا وجہ تھی؟ تو ابو سلیمان نے جواب دیا کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ شریعت اللہ کی بنائی ہوئی ہے جو ہم تک اس کے سفیروں کے ذریعہ پہونچی ہے اور ان سفیروں کی صداقت پر مختلف شہادتیں موجود ہیں مثلاً وحی کی شہادت، قبولیت دعا اور علامات و معجزات کا ظہور وغیرہ وغیرہ، شریعت میں بحث و تکرار کی گنجائش نہیں، کیسے، کیوں، کاش اور اگر کا یہاں گذر ہی نہیں، اور سر تسلیم خم کیے بغیر کوئی چارہ نہیں، شریعت مکمل نیکی کی تعلیم دیتی ہے،

اس کی تفاصیل دل میں اتر جاتی ہے، اس کی کوئی ہدایت پیچیدہ و مغلق نہیں اور کوئی تاویل غیر معروف نہیں، ملک کی زبان اس کی مدد پر آمادہ، براہین قاطعہ اس کی حمایت پر کمربستہ، خبر و سنت سے غذا حاصل کرنے والی، عام زبان میں بات سمجھانے والی، اتفاق و اجماع کو اصول قرار دینے والی، اعمال صالحہ کی طرف دعوت دینے والی، واضح دلائل سے کام لینے والی شریعت ہے، اس کے حرام و حلال پر سب متفق، اس میں نجم کی تاثیر کواکب کے جھگڑے نہیں اور حرکات فلکی کے بکھیڑے نہیں، مشاہدات طبیعی کے مخمصے نہیں، حرارت و برودت، رطوبت و یبوست، فاعل و منفعل، توافق و تنافر کی دور راز کار بحثیں نہیں، مقادیر ہندسہ اور اسمائے منطقیہ کی پیچیدگیاں نہیں، اخوان الصفا کے لیے قطعاً مناسب نہ تھا کہ وہ شریعت و فلسفہ کو ملا کر ایک نئے مذہب کی بنیا د ڈالتے، اگر آج ہم نے فلسفیوں کی اس حرکت کو گوارہ کرلیا تو کل فسوں گر، اہل کیمیا، جادوگر، علمائے تعبیر اور مدعیان سحر اٹھ کھڑے ہوں گے اور اپنے اپنے فن کو جزو مذہب بنانے کی کوشش کریں گے، اگر ان علموں کا مذہب سے کوئی رشتہ ہوتا تو اللہ سبحانہ تعالیٰ کہیں تو ان اشیاء کو ذکر فرماتے اور انبیاء ان کو سیکھ کر شریعت کو محکم بناتے یا کم ازکم فلسفیوں کو ہدایت دے جاتے کہ شریعت تمہارے فلسفہ کے بغیر ناقص رہے گی اس لیے فلسفہ کو جزو مذہب بنا دینا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی کوئی ہدایت جاری نہ فرمائی نہ خود ان علموں کی طرف متوجہ ہوئے اور نہ آپؐ کے خلفاء میں سے کسی

سنے ان کی طرف توجہ کی بلکہ ان سے اجتناب و احتراز پر ہدایت دیے گئے۔ مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی جوتشی، کاہن یا منجم سے غیب کی بات پوچھنے جاتا ہے وہ اللہ سے اعلان جنگ کرتا ہے اور جو شخص اللہ سے لڑنا چاہتا ہے وہ پٹ جاتا ہے اور چاروں شانے چت ہو جاتا ہے ایک اور موقع پر حضور نے ارشاد فرمایا کہ اگر سات سال تک بارش نہ ہو اور پھر ایک دن برس جائے تب بھی بعض لوگ کہیں گے کہ بارش مجدح (ستارہ) کی برکت سے ہے، مدت سے علماء اسلام میں اصول و فروع، حلال و حرام، تفسیر و تاویل وغیرہ امور میں اختلاف پایا جاتا ہے مگر آج تک کوئی عالم فیصلہ لینے کے لیے کسی منجم، مہندس، منطقی، طبیب، فسونگر، شعبدہ باز، کیمیاگر یا جادوگر کے پاس نہیں گیا، یہ اسی لئے کہ دین ہر لحاظ سے مکمل ہے اور اسے ان لوگوں کے فیصلوں کی بالکل ضرورت نہیں، یہ صرف علماء اسلام ہی میں نہیں بلکہ امت موسوی، عیسوی، مجوسی کے عالموں نے بھی آج تک فلاسفہ کو اپنا حکم تسلیم نہیں کیا، ملت اسلامیہ میں اختلاف آرا کی وجہ سے بہت سے فرقے پیدا ہوئے معتزلہ، مرجیہ، شیعہ، سنی، خارجی اور فقہاء میں بھی بعض مسائل میں اختلاف رہا لیکن انھوں نے نہ تو فلاسفہ کو اپنا حکم بنایا اور نہ ان کے اقوال و قواعد سے استشہاد کیا، بھلا فلسفہ اور شریعت میں نسبت ہی کیا ہو سکتی ہے؟ شریعت وحی سے حاصل کی گئی ہے اور فلسفہ عقل سے گو عقل اللہ ہی کی دی ہوئی ہے لیکن اس کے ادراکات عموماً ناقص اور نااستوار ہوتے ہیں، دوسری طرف شریعت دل کو ایمان و یقین کے

انوار سے آباد کرتی ہے' اگر عقل نجات انسانی کے لیے کافی ہوتی تو پھر وحی کی ضرورت باقی نہ رہ جاتی' نیز عقول انسانی اور افکار وخیالات میں اختلاف ہوا کرتا ہے تو اگر عقل کو رہبر بنایا جائے تو دنیا میں کروڑوں مذاہب پیدا ہو جائیں گے اس لیے کہ ہر انسان کے افکار دوسرے سے الگ ہیں اور اگر آپ یہ کہیں کہ ہر شخص اپنی عقل کے مطابق اپنی راہ تجویز کرلے اور اسی پر زندگی بھر چلتا رہے تو میں یہ عرض کردوں گا کہ اس انفرادی مذہب کا نتیجہ نظام عالم کی کامل تباہی کی صورت میں نکلے گا' اور اگر کوئی دوسرے کے پیچھے چلنا نہیں چاہتا اور دین و دنیا کی مشکلات پر عقل سے غالب آنا چاہتا ہے تو ایسا انسان غالباً جلاہے' موچی اور بڑھئی اور دیگر پیشہ وروں کا احسان بھی نہیں اٹھائے گا اور اپنے سارے کام خود کرے گا ظاہر ہے کہ وہ یہ سب نہیں کرسکتا' ابن العباس بخاری نے پھر پوچھا کہ بذریعہ وحی ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ انبیائے کرامؑ کے مدارج نبوت میں اختلاف تھا یعنی کسی کی نبوت بنی اسرائیل تک محدود تھی اور کسی کی تمام عالم پر حاوی' تو اگر اس اختلافِ مدارج کے باوجود نبوت قابل اطاعت ہے تو عقول انسانی کا اختلاف متابعت کی راہ میں کیوں حائل ہو؟ ابو سلیمان منطقی نے جواب دیا کہ انبیاءؑ کے مدارج نبوت میں اختلاف تھا لیکن ان کی نبوت میں کسی کو شبہ نہ تھا اور ان کی لائی ہوئی شریعت میں کسی کو شک نہ تھا' حق تعالیٰ شانہٗ کو ان پر پورا پورا اعتماد تھا' وہ ان پر وحی نازل کرتا تھا اور ان کی دعائیں سنتا تھا' ان کی رسالت کو امتیازی شان سے نوازتا تھا' کیا فلاسفہ میں سے کسی ایک میں بھی یہ خوبیاں پائی جاتی ہیں؟

ان پر کس کو اعتبار ہے؟ ان کے ہفوات کون سنتا ہے؟

وزیر کیا تمہارے استاذ یہ باتیں المقدسی (اخوان الصفا کا ایک رکن) تک نہیں پہونچیں؟

حیان میں نے مقدسی کے سامنے بار ہا ان باتوں کا ذکر کیا اور کئی دفعہ اس سے باب المطالب میں کاتبوں کے سامنے گفتگو بھی ہوئی لیکن وہ خاموش رہا

(تاریخ الحکماء اردو ص ۲۲۸ تا ۲۳۸)

ناظرین نے اس دلچسپ تاریخی مناظرہ سے معلوم کر لیا ہوگا کہ فلسفہ کیا ہے اس کا منزل کیا ہے، اس سے شریعت کو کیا کیا نقصانات پہونچتے ہیں اور وہ شریعت کے کس قدر مخالف و معارض ہے، اگر آپ کو ان نقصانات میں اب بھی شبہ ہے تو آیئے ایک فلسفی ہی کی زبان سے ہم آپ کو اس کی تصدیق کرا دیتے ہیں، دیکھئے اندلس کا نامور فلسفی ابن رشد بیان کردہ اپنی کتاب میں لکھتا ہے! ۔

اس شریعت میں جو خیالات فاسدہ اور اعتقادات محرّفہ پیدا ہو گئے ہیں ان سے طبیعت سخت غمگین رہتی ہے، بالخصوص اس بات سے زیادہ رنج پہونچتا ہے کہ جو لوگ فلسفی کہلاتے ہیں ان سے شریعت کو زیادہ نقصان پہونچا ہے۔

(فصل المقال فیما بین الحکمۃ والشریعۃ من الاتصال ص ۲۵)

معقولات کے شرور و فتن کا علم جب خود معقولیوں کو ہوا تو انہوں نے بھی اس سے اپنی بیزاری اور بیگانگی کا اظہار کیا اور اس کی تردید و تنقیح میں پوری قوت صرف کر دی، اگلے باب میں انہی لوگوں کے اقوال و آراء ذکر کیے جا رہے ہیں جنہوں نے پہلے معقولات کو سر آنکھوں پہ رکھا مگر جب اس کے مفاسد اور مضر اثرات ...

کو دیکھا تو اسے ٹھوکر مار دی۔

باب دہم
معقولیوں کی یلغار

معقولیوں کو جب معقولات کے مفاسد و قبائح کا علم ہوا تو انہوں نے بھی اس پر نکتہ چینی کی اور اس کے شرور و فتن سے لوگوں کو آگاہ کیا۔ ارسٹوفینیس (پانچویں صدی قبل مسیح) فلسفہ کا مضحکہ اڑاتے ہوئے سقراط کے متعلق کہتا ہے کہ "وہ اپنا دامن بادلوں میں گھسیٹتا چلتا ہے اور اس کی زبان سے وہ بکواس جاری ہوتی ہے جس کو فلسفہ کہا جاتا ہے"۔ گوئٹے، فاؤسٹ میں، میسٹوفیلس کی زبانی کہلواتا ہے کہ "مفکر کی مثال اس جانور کی سی ہے جس کو شیطان ایک برف زدہ مقام پر گھمارہا ہے گو اس کے اطراف میں سرسبز و شاداب چراگاہ بھی موجود ہے"۔ ملٹن: فلسفہ کو دوزخیوں کا مشغلہ قرار دیتا ہے، وہ دوزخ میں ان شیطانوں کی مصروفیتوں کا ذکر کرتا ہے جو اپنا عذاب کم کرنے کے لیے فلسفیانہ غور و فکر میں سرگرداں ہیں اور لکھتا ہے کہ:۔

شیاطین تنہا ایک پہاڑی پر اپنے خیالات میں گم ہیں اور خدا، علم غیب، ارادہ، قسمت یا تقدیر پر بحث کر رہے ہیں، مقدر، آزادیٔ ارادہ، علم غیب مطلق پر غور ہو رہا ہے لیکن اس کا کوئی انجام نہیں نکل رہا ہے وہ درطۂ حیرت میں گم ہیں، خیر و شر، سعادت و الم، جذبہ و عدم رغبت، خوش بختی پر بحث جاری ہے، لیکن یہ ساری بیہودہ خیالی و رائے زنی ہے اور باطل فلسفہ ہے" (فلسفہ کیا ہے ص ۱۰۶)

جن فلاسفہ کا یہ خیال ہے کہ انھیں صداقت کا پتہ لگ گیا ہے ان کی مثال ان اندھوں سے دی جاتی ہے جو خواب میں اپنے کو بینا دیکھتے ہیں، کسی کہنے

کسی دانا نے خوب کہا ہے ؎ کوراں خود را بجواب بلینا بنید

اس بیہودگی اور حماقت کا ذکر کرتے ہوئے جس میں تمام حیوانات میں سے صرف انسان ہی مبتلا ہے ٹامس ہابس کہتا ہے کہ :-

"تمام انسانوں میں سے صرف وہی افراد اس میں سب سے زیادہ مبتلا ہیں جن کا مشغلہ فلسفہ ہے کیونکہ سسرو نے ان کے متعلق کسی جگہ جو کہا ہے وہ بالکل صحیح ہے کہ کوئی بیہودہ و لایعنی شئی ایسی نہیں جو فلسفیوں کی کتابوں میں نہ ملتی ہو"

مخصوص ماہر فن (Specialist) کی تعریف بعض دفعہ ظرافت آمیز طریقہ پر اس طرح کی گئی ہے کہ یہ وہ جناب ہیں جو کم سے کم شئی کا زیادہ سے زیادہ علم رکھتے ہیں' اسی تعریف کو الٹ کر فلسفی کے متعلق کہا گیا ہے کہ یہ وہ ذی علم بزرگ ہیں جو زیادہ سے زیادہ شئی کا کم سے کم علم رکھتے ہیں' فلسفی کی مثال اس اندھے سے دی گئی ہے جو ایک تاریک کمرے میں ایک کالی بلّی کو تلاش کر رہا ہے جو وہاں موجود نہیں اور اکبر الٰہ آبادی مرحوم نے تو زیادہ متانت کے ساتھ کہہ دیا ہے کہ ؎

فلسفی کو بحث کے اندر خدا ملتا نہیں
ڈور کو سلجھا رہا ہے پر سرا ملتا نہیں

امریکہ کی ایک مشہور یونیورسٹی کے ایک ممتاز پریسیڈنٹ اپنے طلباء کو نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ وہ تین چیزوں سے پرہیز کریں۔ شراب نوشی۔ تمباکو۔ فلسفہ (فلسفہ کیا ہے صـ ۱۰۷)

انگریزوں کی نفرت | انگریز بھی معقولات کو عظمت و توقیر کی نگاہ سے نہیں دیکھتے تھے بلکہ وہ اس کو جہالت اور دنیاوی قیل و قال کا عنوان دیتے تھے' ایک مرتبہ ایک انگریز لندن سے لکھنؤ حاکم ہو کر آیا' اس کو معلوم ہوا کہ یہاں مولوی لوگ بہت ہیں اور

علم کا بہت چرچا ہے تو اس نے علماء کو طلب کیا اور ہر ایک سے دریافت کیا کہ تم کو کس کس علم میں دستگاہ ہے؟ ہر ایک نے معقولات کا ذکر کیا، وہ سن کر خاموش ہو گیا پھر اتفاق سے وہی انگریز دہلی میں تبدیل ہو کر آیا، یہاں بھی اس کو علماء کی کثرت معلوم ہوئی، دہلی کے مولویوں کو بھی اس نے بلا کر وہی سوال کیا کہ کون سے علم میں دستگاہ ہے، یہاں بھی اکثر کی زبانی معقولات کا نام نکلا، صرف ایک عالم نے کہا کہ مجھے علم فقہ آتا ہے اس پر وہ انگریز بہت خوش ہوا اور کہا کہ بس تم عالم ہو کیونکہ فلسفہ اور منطق کے عالم تو دنیا کے عالم ہیں اپنے دین کے عالم نہیں، یہ علم تو ہم میں بھی ہے بلکہ تم سے زیادہ۔ (تذکرۃ الرشید جلد دوم ص۱۵)

غیر مسلموں کی نفرت بعض غیر مسلم بھی معقولات کو سیکھتے سکھاتے ہیں خصوصاً آریہ سماج کے لوگ، وہ تو معقولات کے شیدائی اور فدائی ہیں مگر دوسرے غیر مسلموں کا برتاؤ ان کے ساتھ معاندانہ ومخالفانہ ہے، وہ ان کے ساتھ اور ان کے علم کے ساتھ سخت رویہ اختیار کرتے ہیں ان کو دھوبی کا کتا قرار دیتے اور ایک دوسرے کو ان سے بچنے کی تلقین کرتے ہیں، ان کو ناکارہ مغرور اور دین و دنیا سے بے خبر گردانتے ہیں، ایک راجہ کے دربار میں ایک دن پانچ عالم برہمن آئے جو سنسکرت ودیا کی خاص خاص شاخوں کے پنڈت تھے اور دنیا میں ان کے علم کا ڈنکا بجتا تھا، ایک ان میں دیا کرنی ... (قواعد داں) تھا، دوسرا نیایک (منطقی) تھا، تیسرا گندھرب ودیا (موسیقی) کا ماہر تھا، چوتھا جوتشی اور پانچواں وید (حکیم) تھا، راجہ ان کی تحقیقات اور ان کی باتوں کو سن کر بڑا خوش ہوا اور بہت کچھ انعام دیا مگر جب اس نے اپنے وزیر سے ان کی لیاقت کی تعریف کی تو وزیر نے کہا کہ "میں ان احمقوں کی عزت نہیں کرتا، یہ دنیا کے کام کے نہیں، ایک خاص خیال کی ادھیڑ بن میں لگے رہتے ہیں،

اس کے سوا اور کچھ نہیں جانتے، راجہ نے کہا اس کا امتحان کیسے ہوگا، وزیر کہا
کہ ان کو ایک مکان میں رکھ دیجئے اور کہئے کہ اپنا کھانا اپنے ہاتھ سے تیار کریں۔
ایسا ہی کیا گیا اور اپا جی نے ایک ہوشیار نوکر کو مقرر کیا کہ ان کی حرکتوں کی
نگرانی کیا کرے، نیا ایک (منطقی) بازار میں گھی خریدنے گیا اور گھر آکر سوچنے لگا
گھی برتن کے آدھار (سہارے) پر ہے یا برتن گھی کے آدھار (سہارے) پر
ہے، اس نے بڑی بڑی دلیلیں سوچیں کچھ سمجھ میں نہ آئیں، آخر کار اس نے برتن
کو ہی الٹ دیا، گھی گر پڑا، تب اس کی سمجھ میں آیا کہ گھی برتن کے آدھار (سہارے)
پر ہے، دیا کرنی (قواعد داں) دہی لینے گیا، دہی بیچنے والی عورت نے کہا کہ دہی
اچھی ہے، وہ بولا کہ دہی مذکر ہے مؤنث نہیں، تم کو اچھی کے بجائے اچھا کہنا چاہئے
عورت گنوار تھی بولی مؤنث مذکر اپنے گھر رکھ، تو نے مجھے کہیں گالی تو نہیں دی
میں تجھے دہی نہ دوں گی، دیا کرنی (قواعد داں) نے کہا شبد شدھ بولنا پاپ ہے
تو پاپی ہے، اشدھ کتھا نہ کیا کر، پاپ کا لفظ سن کر عورت نے اس کو دو ہتڑ لگایا
وہ بغیر دہی لئے واپس چلا آیا، موسیقی والا جب چاول پکانے بیٹھا، ہانڈی کھد کھد
کی آواز کے ساتھ ابلنے لگی، یہ اپنے سُر تال کے موافق کھٹ کھٹ کرنے لگا سورت
اُدات، انودات پر وچار کرنے لگا مگر ہانڈی کو سُر تال کی کیا پرواہ تھی،
اس نے کئی دفعہ چاہا کہ وہ باقاعدہ آواز دے مگر ناکامی ہوئی، آخر کار اس
نے عاجز ہو کر ہانڈی کو توڑ دیا، جوتشی کو پتّل بنانے کا کام دیا گیا تھا، اس نے برگد کے
پتّے توڑتے وقت درخت پر گرگٹ کو رنگ بدلتے دیکھا، سمجھ لیا بدشگونی ہوئی،
درخت سے اتر آیا اور پتّل تیار نہ ہو سکا، ویدجی (حکیم) ترکاری خریدنے گئے، جو
ترکاریاں دیکھنے میں آئیں سب بادی تھیں، کچھ پت کا خیال کرنے لگے، کسی میں
صفراء کا مادہ زیادہ تھا، کسی میں سوداء اور بلغم کا، مجبوراً واپس آگئے، دوپہر کا

وقت ہو گیا، کھانا تیار نہ ہو سکا، دن بھی دکھی رہے۔ آپا جی کے نوکر نے سارا حال اس کو سنایا، اس نے راجہ سے کہا:۔

"دیکھا آپ نے ان عالم احمقوں کی کرتوت، یہ پڑھے لکھے گدھے ہیں، دنیا کا کام دھندا ان کو نہیں آتا۔ آدمی کو ایسی تعلیم ملنی چاہیئے جو لوک پرلوک (دین دنیا) دونوں کی سدھارک (مصلح) ہو، یہ بیوقوف دھوبی کے کتے کی طرح نہ گھر کے نہ گھاٹ کے ہیں، آپ ہمیشہ ان سے بچ کر رہئے گا ورنہ یہ آپ کو تباہ کر کے چین لیں گے"

راجہ بولا:۔

"سچ ہے جو علم، دین و دنیا کی باتوں سے بے خبر رکھتا ہے وہ ناکارہ ہے، یہ پڑھے لکھے مورکھ دراصل لفظوں کے گورکھ دھندوں میں پھنسے رہتے ہیں، نہ ان کو کرم کی سمجھ ہے نہ گیان کی، جہاں اڑ گئے سو اڑ گئے، اصلیت کو جانتے نہیں مگر غرور اتنا کرتے ہیں کہ ہمچو من دیگرے نیست یعنی میرے جیسا کوئی دوسرا نہیں، لہذا انسان عالم با عمل ہونا چاہیئے۔ (مخزنِ اخلاق ص ۵۷۹ تا ۵۸۰)

مولانا نور محمد چشتیؒ کا ارشاد معقولیوں کی ایک بات سچ اور بیس جھوٹی ہوتی ہیں، وہ خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں، مولانا نور محمد چشتی رحمتہ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں!۔

"اہلِ فلسفہ و اہلِ منطق اپنے اپنے تجربوں اور احساسات سے قیاس کر کے خدا اور روحانی امور کو معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں جہاں انسان کو بغیر وحی کے کامیابی نہیں ہوتی، اس وجہ سے وہ دھوکا کھا جاتے ہیں، اور ایک بات سچی اور بیس جھوٹی بیان کر دیتے ہیں، حقیقت سے بے خبر ہونے کی وجہ سے ان کے خیالات میں اتفاق نہیں ہوتا، وہ ایک دوسرے کے خلاف خیالات ظاہر کرتے ہیں اور خود گمراہ ہو کر دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں، اور مرنے کے بعد نجات سے محروم رہ جاتے ہیں،

اسی وجہ سے حق تعالیٰ شانہٗ نے تمام دنیا کے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اس قرآن کو تسلیم کرلو کیونکہ اسی میں تمہاری روح کیلئے تسلی اور مرنے کے بعد نجات موجود ہے اور جن باتوں کے تم پیروکار ہو وہ سب بے بنیاد توہمات اور خیالات ہیں جن سے مرنے کے بعد تم کو نجات حاصل نہ ہوگی۔ تم ایمانداری کے ساتھ قرآن کریم کی ایک ایک آیت پر غور کرو تو تمہیں تمہارے سامنے ایک بہت بڑا نور دکھا دے گا۔" (مقدمہ معجز نما قرآن مجید عکسی صہ۳۲)

(باقی آئندہ)

ہندوستانی مسلمانوں کی سیاسی کروٹوں کی
تنقیدی اور تنقیحی دستاویز

'افکار و عزائم'

مصنف: جمیل مہدی

قومی اور بین الاقوامی، اور ملی مسائل کا ایک آئینہ
ماضی کے پس منظر میں مستقبل کی جانب پیش رفت

قیمت: سو روپیہ

آج ہی اپنا آرڈر اس پتہ پر بھیجیں
اور استفادہ حاصل کریں۔

ملنے کا پتہ
منیجر مکتبہ برہان، جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶